سلسلۂ مطبوعات کتب خانہ مسجد چوک
نمبر (۳۳)

یوروپین شعرائے اردو

(یعنی)

انگریز، فرانسیسی اور ترنگیزی شعرائے اردو کے صحیح حالات اور اُن کے منتخب اردو کلام کے نمونے

(مؤلفہ)

مولوی محمد سردار علی صاحب

مؤلف مصنفین اردو، تاریخ تصوف و آثار حیدرآباد

(باہتمام)

غلام محمد
معتمد مجلس انتظامی کتب خانہ مسجد چوک

نظام دکن پریس حیدرآباد دکن میں چھپا

۱۳۴۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

۱۴۹۸ء میں سب سے پہلے اہل یورپ نے ساحل ہندوستان پر قدم رکھا یہ لوگ حکومت اور ملک گیری
کے شوق و ہوس میں نہیں بلکہ تجارت اور روپیہ پیدا کرنے کی غرض سے ہندوستان آئے یورپین اقوام میں
سب سے پہلے پرتگیز ہندوستان آئے پہلا یورپین شخص جس نے ساحل ہندوستان پر قدم رکھا وہ واسکوڈی گاما
تھا جس کا جہاز اگست ۱۴۹۸ء میں ساحل کالیکٹ پہنچا پرتگیزوں نے ہندوستان آکر تجارت کے ساتھ ساتھ
مذہبی تبلیغ بھی شروع کی اور رفتہ رفتہ بہت بڑا اقتدار حاصل کیا اور تھوڑی مدت میں ایک عظیم الشان تجارتی
قوت قائم کر لی۔

اس کے بعد پرتگیزوں نے اسی تجارتی قوت و اقتدار کے بل پر طرح طرح کے مظالم شروع کر دیئے ان کے
ہولناک مظالم کا ذکر تاریخ کے صفحات میں موجود ہے ان کی طوفان بے تمیزی سے ساری قوم بدنام ہو گئی
پرتگیزوں کی حکومت ہندوستان میں کچھ عرصہ تک تابندہ رہی اس کے بعد اس کا خاتمہ ہو گیا ظالم
حکومت کا جو انجام ہونا چاہئے وہی ہوا پرتگیزوں کی حکومت و اقتدار جاتا رہا لیکن ہندوستان میں ان کے
بعض آثار باقی رہ گئے اور اب تک باقی و قائم ہیں ان کی سب سے بڑی یادگار وہ ہے جو وہ ہندوستان کی
زبانوں پر چھوڑ گئے ہیں۔

ہندوستان کے ان مقامات میں جہاں یورپین آبادیاں تھیں وہاں دیسیوں کے ساتھ معاملات،
کاروبار اور بات چیت میں ایک دوسرے کو اپنا مافی الضمیر سمجھانے کے لئے یورپین باشندوں کو کچھ نہ کچھ دیسی زبان

سیکھنی پڑتی تھی، اس وقت ہندوستان کے ایک بڑے حصہ کی عام اور مشترک زبان بنگالی تھی اس میل جول کے سبب بنگالی مرہٹی، آسامی اور ہندوستانی زبانوں نے پرتگالی اثر قبول کیا (یہاں بحث صرف اُردو زبان سے ہے) اور بہت سے اصل پرتگالی الفاظ اردو میں شامل ہو گئے، فرانسیسی اور ڈچ زبانوں کا اُردو زبان پر بھی خفیف اثر پڑا، پرتگالی، فرانسیسی اور ڈچ قوموں کے بعد انگریز ہندوستان میں آئے اور ایسے آئے کہ رفتہ رفتہ تمام ہندوستان کے مالک ہو گئے۔

یورپین اور دیسی باشندوں کے میل ملاپ کے باعث یورپین اشخاص کو دیسی زبانیں سیکھنے کی ضرورت پڑی، زبان کی تحصیل کے بعد ان کو اس زبان میں کتابیں لکھنے کا شوق پیدا ہوا ابتدائی یورپین مصنفین کی اُردو تصانیف و تالیفات کی اگرچہ ادبی لحاظ سے کوئی وقعت نہیں لیکن تاریخی لحاظ سے وہ ضرور قابل لحاظ ہیں۔

سترھویں صدی کے یورپین سیاحوں نے اپنے سفرناموں اور خطوط میں اُردو زبان کا ذکر کیا ہے لیکن اٹھارویں صدی سے یورپینوں نے اس کی طرف زیادہ توجہ کی، ہندوستانی صرف نحو پر سب سے پہلے جان جوشوا کٹلر نے ایک کتاب لکھی جو ڈیوڈ مل نے ۱۷۴۳ء میں شائع کی اس کا سنہ تالیف ۱۷۱۵ء ہے یہ شخص ولندیزوں کی جانب سے شاہ عالم (۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء) اور جہاندار شاہ (۱۷۱۲ء) کے دربار میں بھیجا گیا تھا۔

کٹلر کی صرف نحو کی اشاعت کے ایک سال بعد شلٹز کی اُردو صرف نحو ۱۷۴۴ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی اس کے بعد ۱۷۷۲ء میں ہیڈلے نے اُردو کی صرف نحو شائع کی ایک اور یورپین نے اردو الفاظ کی ایک مختصر فرہنگ لکھی جس میں ایک دوسرے کے مقابل میں مترادف لفظ دکھائے ہیں۔

اس کے بعد سے یورپین مصنفین کا دوسرا دور شروع ہوا اور صرف نحو سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد وہ دوسری طرف متوجہ ہوئے ۱۷۷۳ء میں فرگسن نے ہندوستانی زبان کی ایک لغت لکھی ۱۷۸۳ء کے بعد سے اردو کے بہت بڑے محسن ڈاکٹر گلکرائسٹ کی تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا ڈاکٹر صاحب موصوف نے اردو زبان پر بہت سی قابل قدر کتابیں لکھیں جن کے نام یہ ہیں:-

(۱) انگریزی ہندوستانی لغت طبع کلکتہ سنہ ۱۷۹۶-۹۷ء

(۲) ہندوستانی، انگریزی کی ڈکشنری اور شروع میں انگریزی صرف نحو پر ایک مقدمہ اس کا دوسرا ایڈیشن باضافہ و ترمیم کے ساتھ سنہ ۱۸۱۰ء میں اڈنبرا سے شائع ہوا۔

(۳) مشرقی زباندان جس میں زبان کے ابتدائی مسائل مشمول انگریزی ہندوستانی و ہندوستانی انگریزی لغت۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۷۹۸ء۔

(۴) مذکورہ بالا کتاب کا خلاصہ مع بعض اضافوں کے۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۱ء

(۵) فارسی فعل کا جدید نظریہ مع ہندوستانی مترادفات کے۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۱ء۔

(۶) رہنمائے زبان اردو۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۲ء۔

(۷) اتالیق ہندی طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۳ء۔

(۸) ہندی، عربی آئینہ (یعنی ایسے عربی الفاظ کی جدولیں جن کا ہندوستانی زبان سے خاص تعلق ہے طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۲ء۔

(۹) مکالمۂ انگریزی، ہندوستانی۔ طبع لندن سنہ ۱۸۲۰ء۔

(۱۰) قصص مشرقی۔ قدیم حکایات و قصص کا ترجمہ انگریزی سے اردو میں۔ طبع کلکتہ سنہ ۱۸۰۳ء۔

یورپین مصنفین نے لغت نویسی کی طرف بھی خاص توجہ کی، اس سلسلہ میں بعض اچھے لغات لکھے گئے گلیڈون نے فارسی و ہندوستانی زبان کی ایک لغت لکھی جو بمقام کلکتہ سنہ ۱۸۰۹ء میں طبع ہوئی مسٹر جان شیکسپیر کی ایک اردو لغت سنہ ۱۸۱۷ء میں طبع ہوئی، ڈنکن فوربس کی ہندوستانی لغت سنہ ۱۸۴۸ء میں بمقام لندن چھپی۔ برٹرینڈ نامی ایک فرانسیسی نے بھی ایک اردو لغت لکھی جو سنہ ۱۸۵۸ء میں پیرس میں طبع ہوئی ٹمپسٹ نے بھی ایک لغت لکھی، براڈس کی لغت سنہ ۱۸۴۶ء میں لندن میں چھپی، اسی زمانہ میں ڈاکٹر فیلن نے اردو کی لغات لکھیں اُن کی ہندوستانی انگریزی لغت بہت مشہور ہے اہل زبان کی مشہور ایک دو لغت بھی ڈاکٹر فیلن کی لغت سے ماخوذ ہیں۔

اردو زبان کا عاشق اور اردو ادب و تاریخ کا سب سے بڑا یورپین ماہر ایک فرانسیسی ہے جس کا نام

گارسن دتاسی ہے اگرچہ وہ ہندوستان کی کبھی نہیں جا سکا تھا لیکن اردو زبان سے اس کو عشق تھا ہر جگہ اور ہر مجلس میں وہ اُردو کی تعریف کیا کرتا، اردو زبان میں نہایت فخر کے ساتھ خط و کتابت کیا کرتا تھا اس کے اردو خطوط اب تک پیرس کی نیشنل لائبریری میں محفوظ ہیں گارسن دتاسی جب ہندوستان سے فرانس کو واپس گیا تو اس نے وہاں بھی اُردو کو فراموش نہیں کیا وہاں ہر سال اردو علم و ادب کے ارتقاء و تاریخ پر لکچر دیا کرتا یہ لکچر بہت دلچسپ اور پُر از معلومات[1] ہیں اس نے بہت سی اُردو کتابوں کے ترجمے فرانسیسی زبان میں شائع کئے اور اپنے ملک و قوم کو اردو تصانیف سے روشناس کرایا اس کے تصنیفات و تالیفات کی فہرست طویل ہے جس میں سے بعض کتابیں حسب ذیل ہیں ۔

(۱) اصحاب از گل بکاؤلی مع ترجمہ مطبوعہ پیرس ۱۸۳۵ء ۔
(۲) سبق آموز قصے نظمیں اور گیت مترجمہ از عربی فارسی اردو ترکی مطبوعہ پیرس ۱۸۷۶ء ۔
(۳) ایک ہندوستانی ڈراما کا انتخاب پیرس ۱۸۵ء ۔
(۴) اردو زبان کا ابتدائی رسالہ پیرس ۱۸۲۳ء ۔
(۵) ہندوستان کے مقبول گیت پیرس ۱۸۵۴ء ۔
(۶) منسوخ آیات قرآن ۔ پیرس ۱۸۴۴ء ۔
(۷) انتخابات از اُردو ہندی ۔ پیرس ۱۸۵۴ء ۔
(۸) مٹر ولس کی فارسی سنسکرت اور بنگالی کمپیریٹو اسٹڈی پیرس ۱۸۵۱ء ۔
(۹) ۱۸۵۰ء اور ۱۸۶۹ء کے درمیان اُردو ادب کی ترقی پر تبصرہ پیرس ۱۸۷۴ء ۔
(۱۰) ۱۸۷ء اور ۱۸۷ء کے درمیان اُردو ادب کی ترقی پر تبصرہ ۔ پیرس ۱۸۷ء
(۱۱) مسلمانوں کی مذہبی و فلسفیانہ شاعری ماخوذ از منطق الطیر مولفہ حضرت فریدالدین عطار ۔ پیرس ۱۸۵۷ء ۔

---

[1] ان لکچروں کا اُردو ترجمہ انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد نے نواب مسعود جنگ بہادر کرا کر لیے لے کر سالہا دیر شائع کیا ہے یہ بہت قابل قدر چیز ہے ۱۲

(۱۲) مسلمانوں کا علم بلاغت ماخوذ از حدائق البلاغت پیرس ۱۸۴۴ء۔

(۱۳) انتخاب از بوستان شیخ سعدیؒ پیرس ۱۸۵۲ء

(۱۴) قصہ شکنتلا ماخوذ از مہابھارت۔ پیرس ۱۸۵۲ء۔

(۱۵) اردو مؤلفین و مصنفین کے حالات اور ان کی تصنیفات کا ذکر۔ پیرس ۱۸۶۸ء

(۱۶) اسماء و القاب اہل اسلام۔ پیرس ۱۸۵۴ء

(۱۷) ذکر تذکرہ جات مشتمل بر حالات شعراء و مصنفین ہندی اردو۔ پیرس ۱۸۳۸ء۔

(۱۸) نظر بر انوار سہیلی پیرس ۱۸۲۷ء۔

(۱۹) ذکر کتبخانہ جات عربی فارسی۔ اردو۔ پیرس ۱۸۳۸ء۔

(۲) ہندوؤں کے ان تہواروں کا حال جن کا پتہ اردو کتابوں سے ملتا ہے پیرس ۱۸۳۴ء

(۲۱) مسلمانان مشرق کا علم عروض (خصوصاً عربی۔ فارسی۔ اردو) پیرس ۱۸۳۲ء

(۲۲) مسلمانان مشرق کا علم عروض و بلاغت پیرس ۱۸۴۷ء۔

(۲۳) ہندی کا ابتدائی رسالہ

(۲۴) سعدی دکھنی ہندوستان کا ایک مشہور شاعر ۱۸۴۲ء۔

(۲۵) فلسفہ مذہب اسلام و قرآن و عقائد و اعمال پر بحث۔ پیرس ۱۸۷۴ء۔

(۲۶) تاریخ شیر شاہی کے ایک باب کا ترجمہ پیرس ۱۸۶۵ء

(۲۷) ۸۱ ارالسناویہ کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۵۲ء

(۲۸) فلسفہ حیدری مسکین کی نظموں کا ترجمہ پیرس ۱۸۴۵ء

(۲۹) ترجمہ و انتخاب اخوان الصفا پیرس ۱۸۱۴ء۔

(۳) مذہب اسلام کے عقائد ماخوذ از قرآن پیرس ۱۸۲۶ء

(۲۱) انتخاب کلام میر تقی میر مع ترجمہ پیرس ۱۸۲۲ء

(۳۲) ترجمہ تصانیف اہل اسلام پیرس ۱۸۲۲ء

(۳۳) پند آموز قصوں کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۲۱ء

(۳۴) ترجمہ قصہ کامروپ مؤلفہ تحسین الدین پیرس ۱۸۳۴ء

(۳۵) عہد آہی کی مدت دستنو داس کی ایک ہندی کتاب کا ترجمہ۔ پیرس ۱۸۵۲ء

(۳۶) انتخاب کلام ولی مع ترجمہ۔ پیرس ۱۸۳۶ء

تاسی کی بہترین تالیف "تذکرۂ شعرائے اردو" ہے جو دو ضخیم جلدوں میں ان کے پیرس سے ۱۸۴۷ء میں شائع ہوا ہے اس کے بعد مؤلف نے نظر ثانی کر کے ۱۸۷۰ء میں اس کا ایک دوسرا ترمیم شدہ اڈیشن تین جلدوں میں شائع کیا ہے اور اردو ہندی کی تاریخ اور اصناف سخن پر ایک طویل اور جامع مقدمہ لکھا ہے اس تذکرہ میں تقریباً تین ہزار اردو ہندی شعرا اور مصنفین کے حالات ہیں۔

انگریزوں نے اردو زبان پر یہ احسان عظیم کیا کہ ہندوستان کے سول اور فوجی یوروپین عہدہ داروں کی مشرقی زبانوں کی تعلیم کے لئے مارکوئس آف ویلزلی گورنر جنرل ہندوستان کی سرپرستی میں بمقام فورٹ ولیم کلکتہ ایک کالج قائم کیا ڈاکٹر گلکرائسٹ اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنا فرض اس سرگرمی کے ساتھ ادا کیا کہ اردو زبان کو ہمیشہ کے لئے اپنا ممنون احسان بنا لیا۔

انگریزوں کا اردو پر یہ احسان بھی کیا کم ہے کہ ۱۸۳۶ء میں جب فارسی زبان سرکاری دفاتر سے متروک ہو گئی تو اس کی جانشینی کے لئے اردو زبان کو منتخب کیا گیا حکومت کی نظر میں ہندوستان کی زبانوں میں سوائے اردو کے کوئی دوسری زبان اس قابل نہیں تھی کہ سرکاری دفاتر کی زبان بن سکے عدالت صدر دیوانی سے حکم نافذ کیا گیا کہ اس کی تمام ماتحت عدالتوں میں اردو زبان کو رواج دیا جائے اردو تصانیف پر انعامات مقرر ہوئے مدارس میں اردو کی تعلیم شروع کی گئی۔ اردو زبان کے ساتھ انگریزوں کی دلچسپی اس واقعہ سے بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ آج سے تقریباً پچاس، ساٹھ سال پیشتر جو اردو اخبارات صوبہ متحدہ اور پنجاب میں شائع ہوتے تھے نصف یا تہائی کے قریب ان کے خریدار انگریز ہوتے تھے برخلاف اس کے آج شاذ و نادر ہی کوئی انگریز اردو اخبار کا خریدار ہوگا۔

خود ملکہ معظمہ وکٹوریہ قیصرۂ ہند کو بھی اردو سیکھنے کا شوق ہوا آگرہ کے مولوی برکت اللہ صاحب مرحوم

ملکہ کو اردو پڑھانے کے لئے لوگ بھیجے گئے ملکہ نے تھوڑے عرصے میں اس قدر اردو سیکھ لی کہ آپ ایبار و ماہیہ اردو میں لکھا کرتی تھیں۔

یہاں تک تو شعرائے اردو کا تذکرہ تھا لیکن اس کے متعلق باوجود کوشش و تحقیق کے اس بات کا پتہ نہیں چل سکا کہ اہل یورپ میں اردو کا سب سے پہلا شاعر کون ہے لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں[19] صدی کے آغاز میں اہل یورپ میں اردو شعر گوئی کا مذاق پیدا ہو گیا تھا چونکہ اس زمانہ میں ہندوستان میں اردو شاعری شباب پر تھی گھر گھر شعر و سخن کے چرچے تھے جا بجا مشاعرے ہوا کرتے تھے اہل یورپ اور ہندوستانیوں میں مخلصانہ تعلقات کے قیام کے باعث اکثر اہل یورپ مسلمانوں کی مجلسوں اور صحبتوں میں شریک رہا کرتے تھے ان باتوں نے ان میں شعر و شاعری کا مذاق پیدا کر دیا اور حالانکہ اسی طرح اہل یورپ کو اردو شعر گوئی کی ترغیب ہوئی اور انہوں نے شعر کہنا شروع کیا۔

اب تک یورپین شعرائے اردو کے متعلق کوئی خاص تذکرہ نہیں لکھا گیا عام شعرائے اردو کے جس قدر تذکرے ہیں ان میں یورپین شعرائے اردو کے کچھ کچھ حالات ملتے ہیں لیکن کسی تذکرے سے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اہل یورپ میں سب سے پہلے کس نے اردو میں شعر کہا۔ عام شعرائے اردو کے تذکروں میں صرف دس بارہ یورپین شعرائے اردو کے نام ملتے ہیں جن میں بعض خالص یورپین نہیں تو یوریشین النسل ضرور ہیں۔

مجھے اس تذکرہ کی تالیف و ترتیب کے لئے تقریباً ستر اسی شعرائے اردو کے قلمی و مطبوعہ تذکروں کی ورق گردانی کرنی پڑی بہت سے تذکروں میں کسی یورپین شاعر کا ایک آدھ نام بھی نہ ملا بعض تذکروں میں صرف دو تین نام ملے اور حالات کا بالکل پتہ نہیں چل سکا نمونہ کلام کہیں ایک دو شعر لکھے نظر آئے حتیٰ کہ بعض صاحب دیوان شعراء کے حالات بھی ایک دو سطر سے زیادہ نہ ملے اردو تذکروں کے علاوہ انگریزی تاریخوں اور انگریزی رسالوں سے ان شعراء کے حالات فراہم کئے گئے [illegible] اور عرق ریزی کے ساتھ ایک ایک پھول چن کر یہ گلدستہ تیار کر کے ارباب نظر اور اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اگر ارباب علم نے یہ سمجھ کر اس کی قدر کی

اس کو پسند فرمایا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔

اس میں شک نہیں کہ یہ تذکرہ اپنی قسم کا پہلا تذکرہ ہے آج تک اُردو زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جن کتابوں اور رسالوں سے اس کتاب کی تالیف و ترتیب میں مدد لی گئی ہے اُن کی فہرست بھی درج کر دی گئی ہے فقط

خاکسار

محمد سردار علی

کتب خانہ مسجد چوک
حیدرآباد دکن
مورخہ یکم ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

(۶) **انتخاب یادگار** مؤلفہ منشی امیر احمد مینائی امیر۔ اس کا سن تالیف ۱۲۹۰ھ ہے نواب کلب علی خان والی ریاست رامپور کی فرمائش سے یہ تذکرہ لکھا گیا ہے اس میں صرف ان شعرائے اردو کا ذکر ہے جن کا وطن ریاست رامپور ہے یا اس ریاست سے متوسل رہے ہیں۔

(۷) **یادگار ضیغم** مؤلفہ محمد عبداللہ خان ضیغم اس کا سن تالیف ۱۳۱۲ ہجری ہے اس میں مؤلف نے ان شعراء کا تذکرہ لکھا ہے جو ۱۳۰۲ھ میں زندہ تھے یہ تذکرہ ۵۴۰ صفحات پر مشتمل ہے

(۸) **تذکرہ فرح بخش** مؤلفہ نواب یار محمد خان خلف نواب فوجدار محمد خان رئیس بھوپال۔ اس کا سن تالیف ۱۲۸۵ھ ہے اس مختصر تذکرہ میں ان شعرائے اردو کا ذکر ہے جو ریاست بھوپال میں رہتے تھے یا جن کا توسل اس ریاست سے تھا صفحات ۸ ہیں۔

(۹) **عمدۃ المنتخبہ** مؤلفہ نواب میر محمد خان سرور یہ نہایت ضخیم تذکرہ ہے اس کا سن تالیف ۱۲۱۶ ہجری ہے اس میں تقریباً بارہ سو اردو شعراء کے حالات ہیں یہ تذکرہ قلمی ہے۔

(۱۰) **خطبات گارسن دتاسی** گارسن دتاسی کے لیکچر جو بمقام پیرس اردو زبان کی تاریخ پر ۱۸۵۰ء میں دیے گئے تھے اور جن کا اردو ترجمہ انجمن ترقی اردو نے نواب مسعود جنگ بہادر سے کرا کر اپنے رسالہ اردو میں شائع کیا ہے۔

(۱۱) **انتخاب دواوین** مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی۔

(۱۲) **نیو اورینٹ لاہور**۔ رسالہ انگریزی جلد ۱ نمبر ۲ ماہ فروری ۱۹۲۶ء۔

(۱۳) **مخزن**۔ بابتہ مارچ ۱۹۰۹ء طبع دہلی۔

(۱۴) **فہرست کتب خانہ شاہ اودھ** مرتبہ ڈاکٹر اسپرنگر جلد اول۔

(۱۵) **جنرل آف انڈین ہسٹری** مطبوعہ الہ آباد جلد اول حصہ دوم (انگریزی) جلد دوم حصہ دوم

(۱۶) **گلستان بیخزاں** ملقب بہ نغمہ عندلیب مؤلفہ حکیم قطب الدین خان باطن دہلوی

(۱۷) **سراپا سخن** مؤلفہ سید محسن علی محسن۔

(۱۸) **رسالہ اردو اورنگ آباد** جلد چہارم حصہ سیزدہم و چہاردہم بابتہ ۱۹۲۴ء

(۱۹) **رسالہ معارف اعظم گڑھ** جلد دہم عدد دوم ماہ ۱۹۲۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یورپین شعرائے اردو

آزاد

الکزینڈر ہیڈرلی (Alexender Hed erley) نام آزاد تخلص آپ کا نام ہیڈرلی تھا۔ ان کے خاندان کے حالات کا پتہ نہیں چل سکا البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ انیسویں صدی کے اوائل میں دہلی آئے تھے الکزینڈر ہیڈرلی کے باپ نے مسلمان عورت سے شادی کی تھی جس کے باعث ہندوستانی طرز معاشرت اختیار کی۔ آزاد کی پرورش و تربیت بھی اہل اسلام کے طرز پر ہوئی تھی اور مسلمانوں کی صحبت نے ان میں شعر و سخن کا ذوق پیدا کر دیا تھا۔ آزاد اٹھارہ سال کی عمر میں شعر کہنے لگے چونکہ فطرتاً ان کو شاعری کا مذاق تھا اس لئے بہت جلد ان کے کلام کا شہرہ ہو گیا بہت سے بذلہ سنج احباب کا ان کے پاس مجمع رہا کرتا تھا آزاد نواب زین العابدین خاں عارف[1] دہلوی کے شاگرد تھے اور کبھی کبھی مرزا غالب سے بھی بذریعہ خط و کتابت اصلاح لیا کرتے تھے آزاد نے اپنے استاد عارف کی تعریف میں ایک قصیدہ اور ماتم میں ایک مرثیہ مع تاریخ وفات لکھا ہے جو ان کے دیوان میں موجود ہے۔

آزاد کو طب میں بھی پوری دستگاہ حاصل تھی اور بالخصوص امراض کہنہ کے علاج میں بہت مشہور تھے کہتے ہیں کہ مریضوں کو دوائیں بھی اپنے پاس سے مفت دیا کرتے تھے لوجہ

---

[1] نواب زین العابدین خاں عارف دہلوی خلف نواب غلام حسین خاں مخلص عزیز تر شاگرد مرزا غالب سنہ ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) میں انتقال کیا صاحب دیوان تھے۔

ان کی فیاضی اور اولوالعزمی کی شہرت دور دور تک پہنچی تھی اس فیاضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد کا تمام سرمایہ ختم ہوگیا اور مجبوراً ان کو ملازمت اختیار کرنی پڑی ریاست الور میں ان کو توپ خانہ کی کپتانی مل گئی لیکن ملازمت اختیار کرنے کے ایک سال کے اندر ہی عین عالم شباب میں دنیائے فانی سے ... تاریخ وفات ۲۰ جولائی ۱۸۶۱ء ۱۲۷۷ھ ہے آزاد نے ۳۲ برس کی عمر میں انتقال کیا اس حساب سے سن ولادت ۱۸۲۹ء ہونا چاہئے۔

چونکہ آزاد فطرتاً ذوقِ شاعری اور ہمہ گیر طبیعت رکھتے تھے اس لئے انہوں نے ہر صنفِ کلام پر خوب طبع آزمائی کی ہے آپ کے کلام میں مضامین کی لطافت الفاظ کی بندش محاورات کی ترکیب قابلِ داد ہے آپ تشبیہیں اور استعارے بالکل نئے طریق پر استعمال کرتے ہیں۔ بیان بالکل صاف۔ روانیِ بیان پختہ کار شاعر ہونے کی دلیل ہے۔

الگزینڈر ہیڈرلی آزاد کے سوا کبھی کبھی الک بھی تخلص استعمال کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ الک الگزینڈر کا مخفف ہے۔

آزاد کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی نے جو ریاست بھرت پور میں ڈپٹی تھے اپنے بھائی آزاد کے عزیز دوست میر شوکت علی تیموری کی مدد سے آزاد کا کلام جمع کرکے دیوان ترتیب دیا اور ۱۸۶۳ء ۱۲۷۹ھ میں مطبع احمدی آگرہ میں طبع کرا کر شائع کیا۔ دیوان میں دو دیباچے ہیں ایک فارسی دوسرا اردو۔ اول الذکر دیباچہ منشی شوکت علی صاحب تیموری نے لکھا ہے اور ثانی الذکر مختصر دیباچہ آزاد کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی نے لکھا ہے دیباچہ کی زبان بہت صاف ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آزاد کے بڑے بھائی تھامس ہیڈرلی بھی اردو کے اچھے انشا پرداز تھے۔

آزاد کے دیوان میں قصائد غزلیات منظوم خطوط تاریخی قطعات اور تضمین ہیں اور صفحے ۱۷۵ ہیں۔ نمونہ کلام حسبِ ذیل ہے۔

رہے وحدت ہی دیر و حرم میں جلوہ آرا ہے   ازل سے محو ہوں جس کے جمال حیرت افزا کا

میری صورت سب کہے دیتی ہے میرا رازِ دل
میرے تیور دیکھ کر وہ مجھ سے بدظن ہو گیا

سوزشِ دل بے الٰہی کو کسی کی تھی کمی
جو جلانے کو مرے داغِ جگر پیدا ہوا

تمام عمر رہا میں سبھوں سے بیگانہ
رہا میں اس پہ بھی غربت میں گو وطن میں رہا

حریص مایۂ ہستی تھا کس قدر آزاد
تمام عمر تلاش میں گھر میں رہا

صبح تک سب جاگتے ہیں تب کو سو سکتا ہے کو
نالہ پر شور سے ہی میرے گھر گھر رت جگا

بزم میں اٹھتے ہی ان کے رشتۂ رونق سے تھا
جام سے سورج بنا مہتاب پیاسا گیا

آتا ہے نظر خانۂ صیاد گلستاں
جانے کا کہاں قصد کریں ہو کے رہا ہم

ہنگام سحر بادہ گساری کا مزہ ہے
اوقات کریں اپنی ملے پھر دعا ہم

میں یہ کہتا تھا کہ دیکھا صاف یہ منہ پر جواب
دیکھا تم دیکھنا مت آنکھ میں آئینہ

عیاں ہے سب میں کہاں ہے مخفی کب اس کا جلوہ نقاب میں ہے۔
قصور اپنی نگاہ کا ہے وگرنہ کب وہ حجاب میں ہے

نہ دے جو بوسہ گیسو نہ دے جواب تو دے
ملا سے جو تجھے دینا ہو دے شتاب تو دے

اس سے اس طرح بگاڑ ہوا ایک دم بگاڑی ہم سے
کچھ نہ کچھ بات رقیبوں نے بنائی ہو گی

اے اہلِ دید دیکھ تو آنکھوں سے کیا ہے آج
میں کیا کہوں کہ دہر میں کیا ہو رہا ہے آج

اے بے کسی کٹے گی مری عمر کس طرح
جو میرا جاں نواز تھا سو مر گیا ہے آج

اے جذب اتحاد یہی ہے مدد کا وقت
وہ غم میں مجھ کو چھوڑ کے تنہا چلا ہے آج

کب دیکھ کے ڈرتے ہیں تری زلف دوتا ہم
گر ایک بلا وہ ہے تو ہیں ایک بلا ہم

تقدیر یہ تھا کر رہے راہی جیسا ہم
اب کس کی شکایت کریں اور کس کا گلہ ہم

محفل سے تری اٹھائیں گے ہم
یوں غیر کا دل بٹھائیں گے ہم

ہو کے خاک عالم میں تیرے کشتگاں پھر رہ گئے
مہر میں جیسے غبار کارواں پھر رہ گئے

ہم ازل سے ہیں کسی کی آستاں کے یہاں
ڈر نہیں ہم سے اگر اب آسماں پھر رہ گئے

یورپین سرائے ارد

اے پری جدا کہ اِن بھی تکلف قبول ہے — ییل فلک پہ ڈالی ستاروں کی جھول ہے

پانی کے بدلے پیتا ہوں تو رانہ سرتنک — کھانا پسند غیر جراحت نہیں مجھے

پھرتا ہوں تنگ سا ہے جہاں میں چھپا چھپا — طالع سے رستخیز کے طاقت نہیں مجھے

کیا خاک انتہا ہو کہ جلنے سے سیر ہوں — بے وجہ ترکش فکر سیت نہیں مجھے

جس قدر روتے گئے دونا ہوا سوز جگر — آب اشک چشم گریاں اس پہ روغن ہو گیا

ہیکلتی میں سخت مشکل ہے چھپانا راز کا — رنگ بتاتا ہے شکست توبہ کی آواز کا

گریاں کھرودیں سے ہم رہے آزاد عالم میں — نہ پہنچی ہاتھ تک تسبیح اور رنا گردن تک

جب سے پایا دشمنوں نے پاؤں کا میرے سراغ — سر کے بل جاتا ہوں تیرے کوچے جاناں کی طرف

کیا لطف ہے بے لطف ہو گر عیش تمہارا — محفل میں اگر مجھ سے نہ شرماؤ تو آؤں

کیا گھر میں تمہارے در و دیوار کو دیکھوں — تم اپنی جو صورت مجھے دکھلاؤ تو آؤں

آج دشمن اگر خراب نہیں — کیا زمانے میں انقلاب نہیں

عقل سے باہر ہے میری تیرہ بختی کا بیاں — سنگ موتی ہو اگر لوں سنگ مرمر ہاتھ میں

تیرے دیوانے کے پیچھے کیا ہے لڑکوں کا ہجوم — کچھ ہیں پتھر جھولیوں میں کچھ ہیں پتھر ہاتھ میں

از بسکہ خوف ناک ہوں جور فلک سے میں — ڈرتا ہوں آسمان سمجھ کر حباب کو

حالت ہے نازاں کا ہمارے بیمار پر — سو گالیاں ہیں ایک دعا کے ساتھ

وہ مکدر ہوا ہے دل اس کا — کوئی صورت نہیں صفائی کی

ڈوب جانے میں کیا رہا باقی — آپ سے حکم آشنائی کی

اسفان اسٹیفن یا اسٹیوس (Stephen or Stevens) نام سفا تخلص دہلی میں پیدا ہوئے ان کے باپ یورپین تھے بچپن سے اسفان کو اردو شاعری سے دلچسپی تھی اور ہمیشہ شعرا و علما کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے اسفان کا سنہ پیدائش اور وفات

معلوم نہ ہو سکا لیکن اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ ۱۲۹۹ھ میں زندہ تھے۔ دکّا نے ان کو اپنے خاص دوستوں میں شمار کیا ہے نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

خط کا جواب آیا لکھا جو کبھی بھیجا خط کر ڈالوں گا اک دم میں پرزے آن کے پرزے

اسیر | المتخلص (Balthazar) نام اسیر تخلص۔ اردو کے بہت اچھے شاعر اور شاہ نصیر کے نامی شاگردوں میں تھے۔ ثمرو صاحب فرانسیسی کے بیٹے ظفریاب خان صاحب کے خاص دوستوں میں سے اسیر نہایت شجاع اور قوی آدمی تھے نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

شمع فانوس میں در پردہ جلی ہے دیکھو شعلۂ آہ نکالے کب ہے جگر سے باہر

ہم اس آئینہ رُو کے ہجر میں یوں زیست کرتے ہیں کہ سکتے کی سی حالت ہے نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

ایرن | ایرن حکیب (Greneguod) نام ایرن تخلص گورکھپور (صوبجات متحدہ) میں سکونت پذیر تھے اردو شعر و سخن کے ساتھ ان کی طبیعت کو خاص لگاؤ تھا ریاض خیرآبادی سے تلمذ تھا اس سے زیادہ کچھ حال معلوم نہیں ہوا نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

ترا تیر دل سے جدا ہو رہا ہے یہ ظلم اوجفا مدار کیا ہو رہا ہے
یہ کیا چپکے چپکے شکایت ہے اے دل جفا دار کس کا گلہ ہو رہا ہے
لگی چوٹ ایرن کے دل پر یہ کیسی کہ ہر وقت ذکر جفا ہو رہا ہے

ہاتھ میں سبحہ ہے لب پر ہے ترا نام اے بت بس یہی دین ہے میرا یہی ایمان مرا
جز اس کی نہیں کیا ہو گیا دل مگر یہ یاد ہے پہلو میں تھا دل

۱؎ جوش حیدر دکّا دہلوی نے اپنے استاد اور آقا نصیر الدین نصیر عرف کلو کی فرمائش پر اردو شعرا کا ایک تذکرہ ۱۲۹۰ھ اور ۱۲۹۲ھ کے درمیان میں ۱۲ سال میں تالیف کیا تھا جس کا نام عیار الشعراء ہے یہ ہزار صفحے کا تذکرہ ہے ڈاکٹر اسپرنگر کے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ تھا دکا نے ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی ۲؎ شاہ نصیر الدین دہلوی تخلص نصیر شہرہ شاہ ان کو شاگرد مصحفی کی بابت دلی لال کے دور حکومت میں حیدرآباد دکن گئے جا مرتبہ حیدرآباد گئے اور کئے چوتھی مرتبہ حیدرآباد میں انتقال کیا اور احاطہ درگاہ حضرت موسیٰ شاہ صاحب قادری قریب لال دروازہ دفن ہوئے صاحب دیوان تھے ۳؎ نواب ظفریاب خان تخلص صاحب کے سر دمہ کی مشہور بیگم سمرو بیگم نے گود لیا تھا دلی میں سکونت تھی اردو شعر اچھا کہتے تھے ۴؎ سید ریاض احمد ریاض خیرآبادی شاگرد اسیر امیر احمد امیر مینائی آپ کا شمار زمانہ حال کے مشہور شعرا میں ہوتا ہے آپ نے ۱۲۹۹ھ میں خیرآباد سے "ریاض الاخبار" نکالا تھا جو سولہ برس جاری رہ کر بند ہو گیا اس وقت ریاض بقید حیات ہیں اور ان کی عمر ۷۶ سال سے زیادہ ہے ۱۲

لو میں سرلے ا دو

محبت سے رکھنے کے قابل یہی ہے | حسیں جس پہ مائل ہوں وہ دل یہی ہے
مرے بُت سے اچھی نہیں حورِ جنت | مگر پیار کرنے کے قابل یہی ہے
نکلتی کس طرح ہے دیکھ جائیں جان بسمل کی | نظارہ ہو دمِ آخر برآئے آرزو دل کی
ستم ایسا کرلے باغباں وصل بہاری میں | گرائیں بجلیاں ایسا ہوا ہیں عنادل کی

ساغر | ڈانیال سٹرلیس ہنل گارڈنر نام ساغر تخلص ضلع ایٹہ میں رہتے تھے ان کے ر گوار سرکار انگریزی میں معزز عہدوں پر کارگزار رہے تھے پہلے فنا کے شاگرد تھے اس کے بعد مرزا عباس حسین ہوش[1] لکھنوی سے مشورہ سخن کرنے لگے کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

زمیں ہے اس جگہ نے آسماں ہے | تعالی اللہ کہاں لامکاں ہے
زمین و آسماں کے درمیاں ہے | معلق مرغِ دل کا آشیاں ہے
اٹھا لوں کوہِ غم مثلِ پرِ کاہ | مگر سر دوش پر بارِ گراں ہے
ہوا گردش سے ثابت بعدِ تحقیق | زمیں کہتے ہیں جس کو آسماں ہے
لحد میں کیوں اٹکے لیے جانے والو | عدم کی راہ میں منزل کہاں ہے
یہ بجلی تیرے دانتوں کا ہے پرتو | یہ بادل میری آہوں کا دھواں ہے

دعائیں ہوئیں کارگر رفتہ رفتہ | ہوا مدتوں میں اثر رفتہ رفتہ
تڑپتے تڑپتے شبِ غم کٹی ہے | ہوئی ہے خوشی کی سحر رفتہ رفتہ
بلا آ نہ جائے کہیں میرے سر پر | چلی زلف پھر تا کمر رفتہ رفتہ
ہیں سرخ آنسو یہ رک رک کے آتے | نکلتے ہیں لختِ جگر رفتہ رفتہ

شور | جارج برنس شور (George Burns Shore) نام شور تخلص علیگڑھ میں

---

[1] مرزا عباس حسین تخلص ہوش لکھنؤ کے رہنے والے ۱۸۲۸ء میں آفتاب الدولہ ارشد علی خان قلق لکھنوی کے شاگرد ہیں۔

رہتے تھے فارسی۔ اردو میں اچھی مہارت تھی۔ صاحب تذکرۃ الشعراء منشی کریم الدین[1] اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ۱۲۶۱ ہجری (۱۸۴۴ء) میں میرے مکان پر مشاعرے ہوا کرتے تھے ان مشاعروں میں پڑھنے کے لئے شورا ایسی غزلیں اکثر بھیجا کرتے تھے شور کے دو اردو دیوان چھپ گئے ہیں لیکن نایاب ہیں دونوں دیوان ممتاز المطابع میرٹھ میں چھپے ہیں سن طبع ۱۸۷۸ء / ۱۲۹۵ھ ہے دوسرا دیوان ۲۲۶ صفحوں پر مشتمل ہے نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

دیر و حرم میں تو نہ دے ترجیح زاہدا ‌ ‌ ‌ سر جس طرف جھکا یا وہی سجدہ گاہ تھی
عاجز تھا اپنی جان سے ایسا تو اے دریں ‌ ‌ ‌ دیکھے سے جس کے حالت عیسیٰ تباہ تھی
دل نے یہ بیخودی کہ خودی سے بھلا دیا ‌ ‌ ‌ ورنہ یہ زیست مرگ کی اپنے گواہ تھی

شہزادہ مسیحی | شہزادہ مسیحی (Chrestion Prunce) نام تخلص شہزادہ ان کے بزرگ فرانسیسی تھے جو عہد اکبر شاہ میں ہندوستان آئے تھے شہزادہ مسیحی رومن کیتھولک تھے اور ۱۸۱۸ء میں کونسل بھوپال ایجنسی کے ممبر تھے کہتے ہیں کہ اردو زبان میں اچھی مہارت تھی اردو شاعری کا ذوق بہت اچھا تھا طبیعت اچھی پائی تھی اردو شعر بہت اچھے کہتے تھے افسوس کہ کسی تذکرہ میں ان کے کلام کا نمونہ نہ ملا۔

صاحب | الوسیس رین ہارڈٹ (Alozyus Rernharrolt) نام صاحب تخلص تھا ان کا خطاب نواب ظفریاب خان مظفر الدولہ تھا اور اسی نام سے مشہور تھے سردھنے کی مشہور بیگم سمرو[2] ملقب بہ زیب النسا کے فرزند تھے مسلمانوں کا لباس پہنتے تھے اور ان کی طرز معاشرت بالکل اہل اسلام کی طرح تھی ان کی اردو شاعری کی بہت شہرت تھی ان کے اشعار کو بہت مقبولیت حاصل تھی دہلی میں ان کے مکان پر مشاعرے ہوتے تھے شہر

---

[1] منشی کریم الدین پانی پت کے رہنے والے تھے ۱۸۵۲ء / ۱۲۶۸ھ میں ان کی عمر ۵۹ سال کی تھی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں ان کا تذکرہ شعرائے اردو بہت مشہور ہے ۱۲

[2] بیگم سمرو عرف زیب النسا ایک غریب مسلمان کی بیٹی تھی اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور جنرل سمرو سے شادی کر لی تھی اپنے شوہر کے وفات کے بعد وہ سردھنے کی رئیس ہوئی بیگم سمرو نے ۲۷ جنوری ۱۸۳۶ء کو وفات پائی ۱۲

شمار اور مشہور شعرا ان مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے ان مشاعروں کے بڑے چرچے تھے نواب سرور[1] بھی برابر شریک ہوا کرتے تھے جن کے مشہور تذکرہ شعراء سے یہ حالات معلوم ہوتے ہیں

صاحب حیرانی جان دلسوز کے شاگرد تھے علم موسیقی اور مصوری میں اچھا دخل رکھتے تھے، آپ نے عین عالم شباب میں ۱۸۲۷ء میں وفات پائی نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

نظر آیا مجھے جب نام یہ پیارا ایسا   بارے اب کچھ ہے بلندی پہ ستارا ایسا
ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے آس پاس   اژدہا ہے موج سکندر کے آس پاس

صاحب | مسٹر جوہانس (Johans) نام صاحب تخلص شعر بہت اچھا کہتے تھے میر وزیر علی صبا کے شاگرد تھے اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں ہو سکے نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

دیکھنا توڑ کے وحشت میں نکل جاؤں گا   مجھ کو پہناتے ہو زنجیر یہ زنجیر عبث

صاحب | جارج تھامس نام صاحب تخلص ان کے والد کا نام کپتان ریمارڈو تھامس تھا یہ فرانسیسی الاصل تھے ان کے والد نواب نظام الملک والی دکن کی سرکار میں فرانسیسی فوج کے کپتان تھے موسیو ریمونڈ کی فرانسیسی فوج کے افسر اعلیٰ ان کے رشتہ دار تھے سنہ ۱۸۱۶ء میں پنشن لیکر بقیہ عمر امراء و رؤساء ہند کے علاج معالجہ میں بسر کی صاحب کے والد کا انتقال سنہ ۱۸[illegible]ء میں ہوا۔

صاحب کا بہت کم حالات معلوم ہیں لیکن یہ معلوم ہوا ہے کہ سنہ ۱۸۲۹ء میں وہ زندہ تھے اور ان کی عمر پچاس برس [illegible] زیادہ تر ان کا باہمی تعلق ریاست رامپور سے تھا صاحب نے

له افتخار الدولہ نواب میر محمد خان [illegible] شاگرد محمد خان [illegible] یہ نام سے شعرائے اردو کا ایک تذکرہ [illegible]
[illegible]

حافظ آیات اللہ خاں، مولوی محمد نورالاسلام اور مولوی محمد حفیظ اللہ سے فارسی اور عربی کتابیں پڑھی تھیں۔ شعر و سخن میں میر نجف علی شفقت[1] سے مشورہ لیتے تھے۔ اردو، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور اچھا کہتے تھے۔ صاحب کے علاوہ کبھی کبھی حزیں بھی تخلص کرتے تھے نمونۂ کلام حسب ذیل ہے —

یہ آرزو ہے ترے آنے کی مجھے اے شوخ ۔۔۔ کہ جھوٹے وعدوں پہ بھی انتظار باقی ہے

امید صبح وصال صنم نماند مرا ۔۔۔ شب فراق بسر رسید تا بد مرا

گر دوست مرا دوست ندارم چہ کنم ۔۔۔ در حال من ار رحم نیارد چہ کنم

راضی برضائے دوست باش ای حزیں ۔۔۔ تحریر ازل نمی شود رد چہ کنم

بسا گہر خوش آب در تہ دریا ۔۔۔ فتادہ است کہ کس ہیچ ازاں ندارد یاد

بسا گل کہ دمیدہ است و کس ندید آں را ۔۔۔ کہ بوئے خویش بویرانہ می دہد برباد

طوماس

جان تھامس (   ) نام طوماس تخلص تھا۔ عام طور پر خاں صاحب کے نام سے مشہور تھے ان کے باپ کا نام جارج تھامس[2] عرف جہازی صاحب تھا طوماس پہلے ہانسی میں رہتے تھے ۱۸۰۲ء میں دہلی چلے آئے اور آخر دم تک یہیں کے ہو رہے۔ اردو شعر کہنے میں اچھی مشق بہم پہنچائی تھی۔ دہلی کے مشہور شعراء میں شمار کئے جاتے تھے، شاہ نصیر[3] سے تلمذ تھا نمونہ کلام حسب ذیل ہے:-

---

۱؎ سید نجف علی شفقت۔ اللہ یار محمد شاہ درگاہی صاحب کے خلیفہ تھے شاہ نصیر کے شاگرد تھے رامپور میں ۱۱ ذیقعد سنہ ۱۲۷۰ ہجری میں ۶۶ برس کی عمر میں وفات پائی ۱۲ ۲؎ جارج تھامس قوم آئرش سے تھا انگریزی جہاز کے ساتھ ملاح کی حیثیت سے ہندوستان میں آیا تھا۔ بعد میں بیگم سمرو کی فوج میں ملازم ہو گیا بڑا بہادر تھا اس نے مواقع پر بڑی بہادری دکھائی تھی ایک موقع پر گوکل گڑھ میں بادشاہ شاہ عالم کی جان بچائی تھی اور دوسرے موقع پر جب ۱۷۹۱ء میں نواب ظفر یاب خاں نے اپنی ماں کے خلاف بغاوت کی تھی تو بیگم سمرو کو اس موقع پر بڑی بہادری سے بچایا تھا ۱۲ ۳؎ شاہ نصیر الدین نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل ۱۲

سودا ہے زلفِ یوسفِ ثانی کا اس قدر — روتے ہیں ہم کھڑے سرِ بازار زار زار

فراسو فراں کوئس گوٹلس ( ) نام فراسو

تخلص تھا ان کے والد کا نام آگسٹن تھا جو فرانسیسی تھے اور بیگم سمرو کے ہاں ملازم تھے فراسو ہندوستان میں پیدا ہوئے بیگم سمرو کے درباری شعرا میں سب سے زیادہ ممتاز تھے ان کی شاعری کی بہت شہرت تھی ان کے تصانیف کثیر التعداد ہیں ان کا دیوان جو عرصے سے نایاب تھا حال ہی میں اس کا ایک نسخہ دہلی میں ملا ہے جو اس وقت لالہ سری رام صاحب[1] دہلوی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ فراسو کی دیگر تصانیف کا پتہ نہیں ہے خیراتی خاں دلسوز سے تلمذ تھا نمونہ کلام حسب ذیل ہے —

ہے خواب میں دیکھا تو رٹا کر ہی ملیں گے — قسمت سے یہ گر خواب کی بھی الٹ جائے

کھلتا ہے کیا ہی تجھ کو اے یار مسکرانا — کس واسطے بھلا دے یکبار مسکرانا

غنچوں کو اے ستمگر تیرے دہن کے آگے — ہنسنا تو یک طرف ہے دشوار مسکرانا

ہاتھوں سے نہ ایک تار گریباں میں چھوڑا — پاؤں نے نہ اک خار بیاباں میں چھوڑا

دم جدا تجھ سے ہوا اور نہیں جدا دم سے ہوا — رفتہ رفتہ یہ مرا حال ترے غم سے ہوا

مجھ کو کہتے ہیں کہ ڈھب ہی نہیں تجھے یاری کا — سوچیا طور ذرا آپ کی عیاری کا

یوں دل آوارہ اپنا اے فراسو گم ہوا — مرغ وحشی جیسے ہوئے آشیانے سے جدا

سو آپ کی دوری میں دل پہ میرے غم گزرا — فرہاد پہ کم گزرا مجنوں پہ بھی کم گزرا

تھا رات فراسو کا جہاں وہ سر پہ لب — کیا کہئے مرا اس سے جو کچھ کہ ستم گزرا

یہ تحت روم کی جو اب ملک تمام لیتے ہیں — تمہارے نام کو ہم صبح سے تا شام لیتے ہیں

گاتے ہیں وہ ل معرفت مرغ چمن علی الصباح — ہلتے ہیں آکے وجد میں سرو چمن علی الصباح

---

[1] لالہ سری رام ایم اے دہلوی رائے بہادر ولد رائے گوپال صاحب میر منشی دریبہ دہلی کے فرزند ہیں آپ نے سالہا سال کی محنت سے اردو کے شعرا کے نامی رسالہ کا ایک تذکرہ لکھا ہے جس کا نام تذکرہ ہزار داستان معروف بہ خمخانۂ جاوید ہے جس کی تین جلدیں شائع ہوئی ہیں (تقریر، تالیف ص ۱۲)

رکھ اس کے تصور میں سدا دیدۂ تر بند — لازم ہے کہ کاشانۂ خلوت کا ہو در بند

لیے تو سخت سکندر پہ فراسومت اکڑ — دیکھ دولت مر گیا آخر کو دارا کھینچ کر

قدرت نہیں جو آؤں تمہارے پلنگ پر — جب تک نہ تم بلاؤ کہ آ رے پلنگ پر

جس کے لئے بچھائے ہیں پھولوں کی سیج زور — وہ گل کبھی نہ آیا ہمارے پلنگ پر

اے دلِ مضطر تو زیرِ خاک نالوں کو نہ چھیڑ — چین سے اب تو عدم کے سونے والوں کو نہ چھیڑ

اے فراسوس بقول شخص کیا ہے فائدہ — دم میں جو تن دم میں جا ہو جا سوالوں کو نہ چھیڑ

قاصد یہ کہیو اس بت مغرور سے الگ — کب تک رہو گے عاشق رنجور سے الگ

یار سے دور ہو گئے ہیں ہم — سخت رنجور ہو گئے ہیں ہم

جلے دل کو فراسو کر کے سیر — موسی طور ہو گئے ہیں ہم

اس کے جلنے مجھ سے تو یا ہے اور میں ہوں — اس وعدہ خلافی کی تکرار ہے اور میں ہوں

وہ دل مرا مانگے ہے میں وصل کا طالب ہوں — انکار ہے اور وہ ہے اقرار ہے اور میں ہوں

وہ دن گئے جب تیرا دیدار تھا اور میں تھا — اب روبرو آنکھوں کے دیوار ہے اور میں ہوں

کہوں میں دل کے تڑپنے کی کیا حقیقت آہ — خدا کسی کو دکھائے نہ اضطراب کے دن

ہم خاک ہوئے تو بھی در سے نہ ٹلے تیرے — الفت اسے کہتے ہیں چاہت کی یہ معنی ہیں

آنا دایک روز نہ دیکھا کبھو اسے — کیا اسکے میں کردن دل خانہ خراب کو

یوں ہم آغوش ہوں پری کے ساتھ — جس طرح جسم ہووے جی کے ساتھ

فلاطون | اسم جانسٹن نام فلاطون تخلص تھا عام طور پر ڈاکٹر بنی صاحب کے نام مشہور تھے حیدر آباد دکن میں ملازم تھے ڈاکٹری علاج معالجہ میں بڑا نام پیدا کیا تھا اب تک بھی حیدر آباد دکن کے باشندوں کی زبان پر ان کا نام ہے ان کے والد فوج میں کپتان کے عہدہ پر تھے۔ فلاطون کو اردو و فارسی میں کامل دستگاہ حاصل تھی اردو بہت فصیح بولتے تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے فارسی میں امیر اللہ احمد امیر حیدر آبادی کے

شائق | جان قاسم نام شائق تخلص تھا ان کے والد جارج قاسم فرانسیسی تھے محلہ
فوجی عہدوں پر مامور رہے فنون سپاہ گری میں طاق تھے ۱۸۴۵ء میں زندہ تھے ایک مدت
تک میرٹھ میں رہے اور وہیں وفات پائی چونکہ ان کے والد کا توسل ریاست رامپور سے
تھا اس لیے ان کی نشو و نما بھی وہیں ہوئی اردو فارسی کی تعلیم بھی رامپور ہی میں پائی نمونہ
کلام یہ ہے —

دور رقیب مست و زباں و طنز نیش   کیا کیا جفائیں ہم نے سہیں تیرے واسطے

جمعیت | مسز آرچش نام جمعیت تخلص تھا ان کے شوہر کا نام میجر آرچش تھا آگرہ
میں قیام تھا اردو فارسی بقدر ضرورت جانتی تھیں نمونہ کلام یہ ہے

روٹھا ہے ہمارا جو وہ دلبر کئی دن سے   اس واسطے رہتی ہوں میں مضطر کئی دن سے
مقسوم کی خوبی ہے یہ قسمت کا ہے احساں   رہتا ہے جدا مجھ سے جو دلبر کئی دن سے
خدا کے روبرو جانا بدست مجھ کو بھاری   کوئی نیکی نہ بن آئی اسی کی شرمساری ہے

حقی | حقی تخلص ملکہ صاحبہ بہار کی دختر ہیں شعر گوئی میں مشہور ہیں زیادہ حال
معلوم نہیں ہوا نمونہ کلام یہ ہے —

جن سے ہم آشنائی کرتے ہیں   ہم سے وہ بیوفائی کرتے ہیں
اے حقی اپنے اشک بے تاثیر   مفت میں جگ ہنسائی کرتے ہیں

خود شوق اسیری سے پھنسی دام میں صیاد
شرمندہ تیرے ایک ہی دانہ کے نہیں ہم

تمت

ضمیمہ

شکر اور **شور** صاحبان کا کچھ کلام طباعت تذکرہ کے بعد دستیاب ہوا تھا جو اب بطور ضمیمہ کے درج کر دیا گیا۔

حکیم محمد فصیح الدین صاحب رنج نے ۱۲۶۴ھ میں شاعرہ عورتوں کا ایک تذکرہ موسوم "بہارستان ناز" لکھا تھا جس کا تیسرا اڈیشن ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوا ہے مسٹر چارج شور نے اس کی تاریخ لکھی تھی جو تذکرہ مذکور کے صفحہ ۱۱۳ پر درج ہے۔ تاریخ مذکور حسب ذیل ہے۔

چھپا یہ تذکرہ پھر تیسری بار — مؤلف جس کا ہے رنج با ہنر ہے
یہ تاریخ ہاتف نے کہا شور — کہ یہ بھی کیا بہار بارہ تر ہے

ڈانیال گارڈنر صاحب شکر کی حسب ذیل دو غزلیں رسالہ گلدستہ ناز میں طبع ہوئی ہیں۔

کیا خوف دل کو ہو میرے روز شمار کا — ہوں معتقد میں رحمت پروردگار کا
کیا اعتبار زندگی مستعار کا — ہو کیا قرار ہستی ناپائیدار کا
جینا ہوا محال ترے جاں نثار کا — اے صبر ہاتھ ٹوٹ گیا اختیار کا
اے گل شگفتگی تری کیا آنکھ میں سمائے — عالم نظر میں ہے لب خنداں یار کا
مضمون نہیں سے کبوتر کے پر جلیں — لے جائے نامہ کون ترے بے قرار کا
تربت ہے خاکساروں کا مرنے کے بھی بعد — گنبد بنا ہے قبر پہ دل کے غبار کا
مہندی شب وصال لگائی ہے یار نے — گل ہو گیا چراغ شب انتظار کا
زہرہ ہے آب آب ندامت سے نار کا — طوفاں بپا ہے حلق میں جنبان نار کا